بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ○ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا كُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعۃ المبارک

[15 جولائی 2011]

عنوان

اسلام ہی کیوں سچا دین ہے

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمد للہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زیر نگرانی: محترم جاوید اختر جوہری صاحب

صدر جوہری ٹرسٹ و جامع مسجد محمدی

اب آپ خطبہ جمعۃ المبارک انٹرنیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.Johritrust.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَهْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

یہ لوگ خدا کے متعلق جو تصورات اپنے ذہن سے پیش کرتے ہیں وہ ان سے بلند اور پاک ہے

دین کیا ہے؟

اس باب میں بنیادی غلط فہمی یہ ہے کہ دین کو صرف ایک اخلاقی ضابطہ (Ethical code) سمجھ لیا جاتا ہے اور بس، دین چند اخلاقی اقدار کے مجموعہ کا نام نہیں۔ یہ ایک ہمہ گیر نظام زندگی System of Life ہے جو حیات انسانی کے ہر گوشے کو محیط ہے۔ اخلاقی اقدار اس نظام کے اندر بروئے کار آتی ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ نظام انسان کو وہ بنیادیں عطا کرتا ہے جن پر اخلاقی اقدار کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا برا ہے بد دیانتی سخت معیوب ہے فریب دہی بڑی مذموم حرکت ہے لیکن اس کے باوجود ساری دنیا جھوٹ بولتی ہے بد دیانتی عام ہو رہی ہے فریب دہی کی گرم بازاری ہے سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ انسان ان تمام باتوں کو برا کہنے کے باوجود انہیں کیوں اختیار کئے ہوئے ہے؟ وہ ان حرکات کو انتہائی معیوب اور مذموم سمجھنے کے باوجود انہیں کیوں نہیں چھوڑتا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ یا تو ان اخلاقی اقدار کا محض رسماً اور تقلیداً اقرار کرتے ہیں اور یا ان کی بنیادی محض جذبات پر ہوتی ہے۔ انہیں اس کا کچھ علم نہیں کہ ان اقدار کو کیوں اختیار کیا جائے اور ان کی خلاف ورزی کیوں نہ کی جائے۔ آپ کسی شخص سے کہئے کہ وہ آپ کو مطمئن کرے کہ آپ جھوٹ کیوں نہیں بولیں۔ سطحی گفتگو سے ذرا نیچے اترنے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس کے پاس اس سوال کا کوئی معقول جواب نہیں ہوگا۔

وہ دلیل و برھان سے آپ کی کیوں کا کچھ جواب نہیں دے سکے گا وہ آپ کو علیٰ وجہ البصیرت (Rationally) نہیں سمجھا سکے گا کہ جھوٹ بولنے سے آپ کا کیوں نقصان ہوگا اور سچ بولنے سے آپ کا کیا فائدہ ہوگا اور چونکہ انسان اسی بات کو اختیار کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور اسی چیز کو چھوڑتا ہے جس میں اس کا نقصان ہو اس لیے اس کا یہ اقرار تو محض رسمی اور تقلیدی ہوتا ہے اور یا جذباتی عواطف کا پیدا کردہ وہ نہ ان اقدار کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھتا ہے اور اس لیے انہیں اپنی زندگی کا مسلک بناتا ہے۔

دین وہ بنیادی تصورات عطا کرتا ہے جن کی رو سے انسانی زندگی کا مقصد اور منتہیٰ نمایاں طور پر اس کے سامنے آجاتا ہے مقصد زندگی دنیا کی

ہر شے کی صحیح صحیح قدر(Value) متعین کرتا ہے اور جب اقدار متعین ہو جائیں تو پھر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کس بات میں میرا نفع ہے اور کس میں نقصان کونسی قدر زیادہ قیمتی ہے اور کونسی کم۔

خواہش سے عمل تک:

ان بنیادی تصورات کے ساتھ دین وہ عملی نظام عطا کرتا ہے جس میں یہ نظری اقدار حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہے اور ان کے محسوس نتائج سے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے کس قدر فائدہ ہوتا ہے اور ان کی خلاف ورزی سے کس قدر نقصان اس سے اسکے جذبات واحساسات متاثر ہوکر اپنی کارفرمائی کے لیے صحیح راستہ(Channel) اختیار کر لیتے ہیں اور چونکہ عمل کے لیے قوت متحرکہ انسانی جذبات ہیں اس لیے اس کی زندگی ان بلند اقدار سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔

اس کا نام کیریکٹر کی بلندی اور سیرت کی پاکیزگی ہے یاد رکھئے انسان سعی وعمل تین مراحل میں سے گزرتی ہے آپ کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے یہ خواہش (Desire) غیر شعوری طور پر دل میں بیدار ہوتی ہے۔اس کے لیے آپ کے پاس کوئی دلیل وبرھان یا وجہ جواز نہیں ہوتی۔اس کا تعلق خالص جذبات سے ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ اسے عقل کے سامنے لاتے ہیں۔اگر آپ کے جذبات شدید ہیں تو آپ کی عقل اس خواہش کے بروئے کار لانے کے سامان سوچتی ہے اور اس کے جواز میں دلائل بہم پہنچاتی ہے۔ انہیں(Justificator Reasons) کہتے ہیں۔

لیکن اگر آپ کی عقل جذبات پر غالب ہوتی ہے تو وہ پھر نفع اور نقصان کا موازنہ کرتی ہے اور اگر دیکھتی ہے نفع کا پہلو زیادہ وزنی ہے تو اس خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ کرتی ہے اب آپ کی خواہش (Desire) آپ کی مرضی (Wish) میں بدل جاتی ہے۔اس کے بعد آپ کی قوت ارادی آگے بڑھتی ہے اور اس خواہش کے پورا کرنے کے لیے عملی قدم اٹھاتی ہے۔

اس مرحلہ میں آپ کی (Wish) ارادہ(will) کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔لیکن عقل انسانی 'اگر وہ جذبات کے تابع نہ بھی ہو، تو بھی زیادہ سے زیادہ اس شخص کے ذاتی نفع یا نقصان کا فیصلہ کرسکتی ہے۔اس خواہش کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔ بالفاظ دیگر 'انسانی عقل' فرد متعلقہ کو یہ بتاسکتی ہے کہ کون سی بات میں اس کا فائدہ ہے اور کون سی بات میں نقصان ہے وہ حق اور باطل (Good and Evil) میں تمیز نہیں کرسکتی۔یہ تمیز صرف اقدار کے سامنے ہونے سے ہوسکتی ہے اور جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے 'اقدار تعین' تصور حیات کی رو سے ہوتا ہے۔

تصور حیات کا اثر:

تصور حیات (صحیح یا غلط) کس طرح انسانی نگاہ کا زاویہ بدل دیتا ہے اور اس کے سعی وعمل (Activities) کا رخ متعین کر دیتا ہے' اسے سمجھنے کے لیے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں آج ہر شخص کو شکایت ہے کہ دنیا میں جھوٹ۔فریب۔مکاری۔دغابازی۔بددیانتی۔

رشوت ستانی ۔ بے انصافی۔ظلم استبداد۔ سلب ونہب (Exploitation) عام ہو رہے ہیں ایسا نظر آتا ہے گویا ان خرابیوں کے جراثیم وبائی امراض کی طرح ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں جن سے نہ کوئی خطہ زمین محفوظ رہا ہے اور نہ اس خطہ میں بسنے والا کوئی فرد ان سے مامون ۔آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ اس کی بالاخر وجہ کیا ہے؟

برائیاں تو دنیا میں پہلے بھی تھیں لیکن وہ اس طرح عام اور ہمہ گیر نہیں تھیں۔ بادنیٰ تعق یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس وجہ وہ تصور حیات (Comcept of lLife) ہے جو انیسویں صدی میں سرزمین مغرب میں نمودار ہوا اور وسائل رسل ورسائل کے عام اور عالمگیر ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں پھیل گیا۔ یہ تمام خرابیاں اس ایک تصور حیات کے برگ وبار ہیں۔ یہ تصور حیات یہ تھا کہ انسانی زندگی صرف اس کی طبعی زندگی (Physical Life) ہے اور اس کی زندگی پر انہی قوانین وضوابط کا اطلاق ہوتا ہے۔

جن کے مطابق باقی حیوانات جیتے اور مرتے ہیں بقائے اصلح (Survival of The Fittes) فطرت کا اٹل قانون ہے۔اس قانون کی رو سے زندہ رہنے کا اسی کو حق حاصل ہے جو زیادہ سے زیادہ قوت فراہم کرلے یہ قوت کس طریقے سے فراہم کی جائے اس کا کوئی سوال ہی نہیں۔ضعیف اور کمزور صرف طاقتوروں کی خوراک بننے کے لیے زندہ رکھے جاسکتے ہیں ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے کیڑے مکوڑے اسی کے لیے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ چڑیوں کی غذا کا کام دیں اور چڑیاں اس لیے جیتی ہیں کہ وہ عقاب کا شکار بنیں۔یہی قانون فطرت ہے یہی آئین حیات ہے اسی سے افاد اور اقوام کی موت اور حیات کے فیصلے ہوتے ہیں جس کی لاٹھی اس کی بھینس تقاضائے عدل ہے۔جنگل کا بادشاہ شیر ہے۔بکری نہیں اگر شیر بکری کو کھاجاتا ہے تو اس سے بکری یہ شکایت نہیں کرسکتی کہ اس پر ظلم ہوتا ہے۔

حیوانات کی زندگی جبلی تقاضوں کے زور پر بسر ہوتی ہے یہ تقاضے بہت سے ہیں لیکن اصولی طور پر انہیں تین شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جذبہ خویش۔ جذبہ تغلب اور جذبہ افزائش نسل جب انسانی زندگی کو حیوانی زندگی سے زیادہ کچھ نہ سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ ہر فرد انہی جذبات کے تابع مصروف عمل رہے گا۔اس میں اخلاق کی گنجائش ہی نہیں ہوگی۔

نیشنلزم:

اس تصور کی بنیادوں پر اٹھی ہوئی تحذیب کی رو سے بلند ترین کریکٹر نیشنل کریکٹر قرار پائے گا۔غور سے دیکھئے تو نیشنل کریکٹر بھی حیوانی جذبہ ہی کا پیدا کردہ ہے حیوانات کی جبلت میں ہے ہر حیوان اپنی حفاظت اسی میں دیکھتا ہے کہ وہ گلہ کے ساتھ رہے۔

یہی وہ جذبہ ہے جس سے آج کل نیشن وجود میں آتی ہے اور قائم رہتی ہے۔اپنی قوم کی بہبودی اور خوشحالی افراد کے نزدیک بلند ترین قدر قرار پاتی ہے سب سے بڑا محب وطن وہ ہے جو دوسرے اقوام کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ کر اس کی رنگینی سے اپنی قوم کے قصر بلند کی تزئین وآرائش کا سامان بہم پہنچائے۔

اس کے لیے دیانت اور بددیانتی جھوٹ اور سچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جو شخص ان اقدار کا خیال کرنے بیٹھ جائے وہ امور مملکت کو سرانجام ہی نہیں دے سکتا۔(Walpole) کے الفاظ میں نیک آدمی کسی بڑی سلطنت کو بچانہیں سکتے۔اس لیے کہ سلطنتوں کو بچانے

کے لیے جس حد تک بعض اوقات جانا ضروری ہو جاتا ہے نیک آدمی وہاں تک جا نہیں سکتے۔

اس ضمن میں ان محبان وطن (Patriots) کو جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس کے متعلق اٹلی کے مشہور مدبر (Cavour) کے یہ چند الفاظ دہرا دینے کافی ہیں جس میں اس نے کہا ہے کہ اگر ہم وہی کچھ اپنی ذات کے لیے کریں جو کچھ ہم مملکت کے لیے کرتے ہیں تو کتنے بڑے شایاطین کہلائیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ ایک تصور حیات کے بدل جانے سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کس طرح بدل جاتی ہے اور اس تصور حیات کا اثر کس طرح بدل جاتی ہے اور اس تصور حیات کا اثر کس طرح اس کی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر گوشے کو متاثر کر دیتا ہے؟

یہ جو ابھی تک اخلاقی اقدار کی زبانی تعریف ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے تحت الشعور کو اتنی جلتی ماضی کے اثرات سے آزاد نہیں کرا سکتا۔

اگر یہ تصور حیات دو چار نسلوں تک اور آگے بڑھا تو اس کے ذہن سے ان اقدار کا تصور تک مٹ جائے گا اور پھر ان کا زبانی اعتراف بھی باقی نہیں رہے گا اس کے آثار ابھی سے نمایاں ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ہماری ابھرنے والی نسل ان اقدار کو دقیانوسیت قرار دے کر ان کا مذاق اڑاتی ہے۔ اسلام وہ تصورات دیتا ہے جن پر انسانی زندگی کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے اور اس کا ہر گوشہ بلند انسانی اقدار کا مظہر بن جاتا ہے یہ تصورات، لامذہبیت میں تو ایک طرف، دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں ملتے یہی اسلام کی وہ خصوصیات ہیں جن کی بناء پر وہی اور صرف وہی دین الحق قرار پاتا ہے اور انسانی فوز و فلاح کا ضامن بنتا ہے۔ اصولی طور پر یہ تصورات، حسب ذیل عنوانات سے متعلق ہے۔

(1) خدا کا تصور (2) خدا اور انسان کا تعلق (3) انسان اور کائنات کا تعلق (4) انسان اور انسان کا باہمی تعلق

(5) اعمال اور ان کے نتائج (6) زندگی کے منتہی و مقصود کا تصور

آئندہ خطبات میں انہی تصورات کے متعلق مختصر الفاظ میں بحث کی جائے گی

دُعائیں

اے رب العرش العظیم ہماری آنکھوں کی روشنی کو قرآنی الفاظ سے تیز فرمادے

اے رب العرش العظیم ہمارے کانوں میں اپنے دین کی مٹھاس بھر دے

اے رب العرش العظیم ہماری زبانوں کو اپنے نور کی مٹھاس سے بھر دے

اے رب العرش العظیم ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرما دے

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن صور پھونک دیا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائینگے

اے رب العرش العظیم اس دن کی رسوائی سے بچا جس دن ساری انسانیت آپکی عدالت میں جمع ہوگی

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن حساب کتاب کے

بعد اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیاجائے گا .

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن چہرے سیاکردیے جائینگے

اے رب العرش العظیم ہماری مدد فرما

اے رب العرش العظیم ہمیں سیدھا راستہ دکھا

فا نصر علی القوم الکافرین

فانصرعلی القوم الظالمین

فا نصر علی القوم المشرکین:

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت ،لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین